

فلسفہ حج

پروفیسر کریم حیدری

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا - (سورہ آل عمران: آیت ۹۷)
یعنی اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے (اس شخص پر) جو اُس کی طرف راستہ
چلنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ - (البقرہ: آیت ۱۹۶)

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔

اسلام میں جتنی عبادات ہیں ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ منہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان میں کسی طرح کی ذاتی غرض یا کسی منفعت کا خیال یا لوگوں پر اپنی پارسائی
اور پرہیزگاری کے اظہار کی خواہش نہیں ہونی چاہئے۔ یہ خیال بھی نہ ہونا چاہئے کہ ہم اللہ کے عبادت گزار
ہیں اس لئے ہم اللہ کے مقبول بندے ہو گئے اور ہماری بخشش یقینی ہو گئی۔ عبادت میں خلوص بنیادی چیز
ہے۔ اس کا محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہونا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاکؐ
سے فرمایا ہے :

قُلْ اِنْ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايْ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - (الانعام: آیت ۱۶۲)

یعنی اے رسولؐ ان سے کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ
اللہ کے لئے ہے جو تمام دنیاؤں کا پالنے والا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے :

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اَمَرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ -

یعنی وہ خدا جس کا کوئی شریک نہیں۔ (اور کہہ دیجئے) کہ مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے اول ہوں۔

گویا نہ منہ عبادت بلکہ قربانی اور زندگی اور موت یہ سب چیزیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور جو حکم رسول کو دیا گیا ہے وہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے اور رسول اول المسلمین ہیں تو باقی سارے مسلمان ان کی متابعت کرنے والے ہیں۔

سو ہر عبادت میں اولین چیز یہ ہے کہ انسان اُسے خالصتہً لوجہ اللہ بجالائے اس کے بعد ہر عبادت کی بعض شرائط اور بعض خصوصیات ہیں۔ حج اسلامی عبادات میں ایک افضل عبادت ہے کیونکہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جان بھی۔ جان اس طرح خرچ ہوتی ہے کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جو اگرچہ موجودہ زمانے میں کم ہو گئی ہیں لیکن نابود نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اداائے حج کے لئے سب سے بڑی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ جس کو استطاعت ہو وہ فریضہ حج ادا کرے۔ استطاعت کے دو پہلو

ہیں :

۱۔ استطاعت مال

۲۔ جسمانی استطاعت۔

عام طور پر لوگوں کی نگاہ استطاعت مال کی طرف جاتی ہے اور وہ استطاعت جسم خیال نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک سے لوگ عام طور پر ایسی عمریں عزیمت حج کرتے ہیں جب ان میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی ہی نہیں ارکان حج کی بجا آوری کے لئے بھی پوری سکت نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض صورتوں میں تو بہت ضعیف اور نحیف حجاج دوسرے لوگوں کے سہارے یا پانکیوں میں بیٹھ کر ارکان حج پورے کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ فریضہ حج تو ادا ہو جاتا ہے لیکن اس فریضہ کی بجا آوری سے جو روحانی لذت حاصل ہونی چاہیے وہ پوری طرح حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا ایسے لوگ جو حج کی استطاعت رکھتے ہوں اور دل میں حج کرنے کا شوق بھی ہو انہیں چاہیے کہ جوانی یا زیادہ سے زیادہ ادھیر عمر میں ہی اس فریضہ سے سبکدوش ہونے کی کوشش کریں۔

فریضہ حج کی خصوصیات | دوسرے مذاہب کی عبادات کے مقابلے میں اسلامی عبادات کو

یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ ہر عبادت کی اپنی خصوصیات ہیں اور ان خصوصیتوں میں بڑی کمکتیں مفر ہیں۔ فریضہ حج کی امتیازی خصوصیات حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ اقرارِ عبدیت - ۲۔ اسوۂ خلیلؑ کی پیروی -
- ۳۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم - ۴۔ عبادت میں اجتماعیت -
- ۵۔ اسلامی مرکزیت - ۶۔ لذتِ روحانی -

ہر شخص جو حج کا ارادہ کرتا ہے وہ سب سے پہلے اقرارِ عبدیت کرتا ہے۔ یوں تو عبدیت کا اقرار ہم نماز کی ہر رکعت میں کرتے ہیں۔ لیکن عازم حج ہو کر اقرار کرنے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہا جاتا ہے اور یہ اولین گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا۔ خدا تو ہر جگہ موجود بلکہ رگِ جاں سے بھی قریب ہے لیکن خانہ کعبہ کو جو فضیلت حاصل ہے وہ رشتے زمین پر کسی دوسرے گھر کو حاصل نہیں۔ جب بندہ اس گھر کا رخ کرتا ہے تو وہ گویا خدا کی بارگاہ میں براہِ راست حاضری دینے کے لئے جاتا ہے اور جب وہ یہاں پہنچ جاتا ہے تو اپنی حاضری کا اعلان ان الفاظ میں کرتا ہے:

بیک۔ اللّٰہم بیک۔ بیک لا شریک لک بیک۔ ان الحمد والنعمة لک والملك۔ لا شریک لک۔

اور وہ اپنی حاضری کا اعلان کرتا رہتا ہے۔ اور جب بھی وہ بیک اللّٰہم بیک پکارتا ہے تو اُس کا دل و دماغ اس کیفیت سے سرشار ہوتا ہے کہ میں اس وقت خدائے تعالیٰ کے حضور میں ہوں میں اس کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ میری طرف متوجہ ہے۔ میں سیمح و بعیر نہیں لیکن وہ سیمح بھی ہے اور بعیر بھی۔ میں اُسے ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ان ظاہری کانوں سے نہیں سُن سکتا لیکن وہ تو مجھے دیکھ بھی رہا ہے اور میری ان صداؤں تک کو سن رہا ہے جو میرے دل سے اُٹھتی ہیں لیکن لبوں تک نہیں آتیں۔ اور وہ بالکل اُس کے حضور میں ہونے کے احساس سے پھر بکا رہتا ہے کہ بیک اللّٰہم بیک۔

حج کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر مسلمان اسوۂ خلیلؑ کی پیروی کرتا ہے۔ یوں تو دنیا میں جتنے انبیائے کرام تشریف لائے رہے وہ لوگوں کو اللہ کی اطاعت کی طرف ہی باتے رہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیاء میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور انہوں نے توحیدِ خداوندی کی طرف لوگوں کو بلانے میں بڑی استقامت اور ثابت قدمی سے کام لیا ہے۔ ان کو تبلیغِ توحید میں مصائب بھی اُٹھانے پڑے اور ان کے ایمان و یقین میں سختی اور استحکام پیدا کرنے

کے لئے ان کی سخت آزمائشیں بھی ہوئیں اور وہ ان آزمائشوں میں پورے بھی اترے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ :

وَاِذَا بَتُلُوْا اِبْرٰهِيْمَ رَبِّهٖ بِكَلِمَتٍ فَاَسْمِعْنِ - (البقرہ : آیت ۱۲۴)
اور یاد کریں جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے احکام سے آزمائش میں ڈالا
اور انہوں نے ان کو پورا کیا۔
تو ان احکام کی تعمیل کرنے اور آزمائشوں میں پورا اترنے کے بعد انہیں یہ مقام نصیب ہوا کہ
اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا :

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا -

کہ میں آپ کو لوگوں کے لئے امام (سرور اور رہنما) بنا رہا ہوں۔
اور اس امامت اور سروری کی بدولت جو سب سے بڑی سعادت نصیب ہوئی وہ یہ تھی
کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور تعمیر کرنے کے بعد دعا کی کہ اے ہمارے
رب ہماری طرف سے یہ خدمت قبول فرما۔ اور پھر دعا کی :

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ وَهْنٌ ذَرِیْنٰ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرْنَا مَنَاسِكَا وَتَبَّ عَلٰیْنَا
اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ - (البقرہ : آیت ۱۲۸)

اے ہمارے رب ہمیں اپنے ماننے والے بنا اور ہماری اولاد میں سے ایسی اُمت پیدا کر جو تیری
ماننے والی ہو اور ہمیں اپنی عبادت (حج) کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما کیوں کہ
تو ہی سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

قرآن حکیم کے فرمودات کے مطابق اُمتِ مسلمہ حقیقت میں حضرت ابراہیم خلیلؑ کی پیروی
ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی عبادات جن میں سے ایک عبادت حج ہے اپنے پورے مناسک کے
ساتھ اسلامی عبادات میں شامل ہیں۔ جس طرح آج سے ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے طواف
کعبہ کیا۔ قربانی دی۔ اور حضرت اسماعیلؑ نے شیطان کو کشکریاں ماریں اور حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ
محترمہ نے صفا اور مردہ کے درمیان عالم بے قراری میں سات چکر لگائے۔ اُسی طریق کار پر تمام حجاج
بھی عمل کرتے ہیں۔ یہ گویا اسوۂ خلیلؑ کی پیروی ہے جس سے دین اسلام کی ہزارہا سالوں کی روایات

زندہ اور جاری ہیں۔

حج کی تیسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری ہوتی ہے۔ آنحضورؐ خود بہ نفس نفیس حج کے مناسک ادا کرتے رہے اور اسی طرح ادا کرتے رہے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد جو دین اسلام پر قائم رہی ادا کرتی رہی۔ سنت رسولؐ کا اتباع بہت بڑی سعادت ہے اور جو مسلمان اس سے اغماض یا پہلو تہی کرتا ہے وہ گناہ گار ہے اور جو سنت رسولؐ سے انکار کرتا ہے اُس کی بدبختی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے لئے رسول پاکؐ کی ذات اسوۂ حسنہ کی حامل ہے۔ اطاعت رسولؐ کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ جہاں کہیں اطیعوا اللہ کا حکم آیا ہے وہیں ساتھ ہی اطیعوا الرسول کا ارشاد بھی موجود ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسولؐ کا اتباع کرو تاکہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے۔ یعنی رسولؐ کی اطاعت کرنے والے سے اللہ محبت کرتا ہے۔ فریضہ حج کی بجائے اور ہی اتباع رسولؐ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ۔

بعض مذاہب جن کی تعلیمات اپنی ابتدائی شکل و صورت سے ہٹ چکی ہیں یا جو ایسے مفکرین کے ذہن کی پیداوار ہیں جنہیں وحی آسمانی کی رہنمائی حاصل نہیں تھی، ان میں عبادات کی حیثیت انفرادی ہو گئی ہے اجتماعي نہیں رہی۔ ایسے مذاہب کے مبلغین کہتے ہیں کہ عبادت فرد اور خدا کے باہمی تعلق کا نام ہے۔ عقیدہ اور مذہب ایک نئی چیز ہے۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ خدا کی ذات کا جیسا تصور اس کے ذہن میں ہو ویسا ہی رکھے اور خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو جس طریقے سے استوار کرنا چاہے استوار کرے۔ کسی دوسرے کو اس کے تصور یا اس کے عمل میں دخل انداز ہونے کا حق نہیں۔ بعض مذاہب تو دھیان گیان کے لئے جنگلوں میں نکل جانے کو افضل ترین عبادت سمجھتے ہیں۔ بعض کے ہاں رہبانیت ہی دین کا منہبائے مقصد ہے۔ بعض لوگوں کے ہاں عبادت میں اجتماعیت تو ہے لیکن یہ اجتماعیت محض مل کر چند گیت گالینے تک محدود ہے۔ اسلام کی کسی عبادت میں انفرادیت نہیں۔ بلکہ اگر کوئی عبادت انفرادی طور پر بھی ممکن ہے تو اجتماعي صورت میں اس کی افادیت زیادہ اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر نماز اپنے گھر میں بالستی سے دو رکھی دہانے میں یا حالت سفر میں انفرادی طور

پر ادا کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کا ثواب اُسی صورت میں زیادہ ہے جب جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے اور جب جامع مسجد میں ادا کی جائے تو اس کا ثواب اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر بعض نمازیں ایسی ہیں مثلاً نماز جمعہ یا عیدین کی نمازیں کہ انفرادی طور پر اُن کے ادا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نماز باجماعت کے متعلق قرآن حکیم میں واضح ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً سورہ البقرہ کی تینا لیسویں آیت اس طرح سے ہے کہ:

وَاتِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی نماز باجماعت ادا کرو۔

خود ہر نماز میں ہر رکعت کے اندر دہرائی جانے والی سورہ فاتحہ کا انداز اجتماعي ہے۔ جہاں ہر بار یہ کہا جاتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اُن لوگوں کا راستہ جن کو تو نے انعام سے نوازا ہے ان لوگوں کا نہیں جن پر تو نے غضب نازل کیا ہے اُو نہ گمراہوں کا راستہ۔

بعض عبادات ایسی ہیں کہ جو بظاہر انفرادی انداز کی حامل ہیں لیکن حقیقتاً اُن کی روح اجتماعي ہے مثلاً روزہ کہ سوائے روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے کسی میسرے شخص کو پتا نہیں چل سکتا کہ فلاں شخص روزے سے ہے یا نہیں۔ لیکن روزے کی روح یہ ہے کہ تمام قوم اکل و شرب اور لذات سے صبر کرتی ہے اور معینہ اوقات کے لئے ہر قسم کی خواہشات سے کنارہ کشی کو اپنا شعار بناتی ہے۔ ایک روزہ دار کی مثال اُس سے ملنے جلنے والے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کو ایسے ہی صبر و ضبط کی طرف مائل کرتی ہے اور اس طرح قوم کے اندر اجتماعي طور پر صبر و ضبط کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں جس سے قرآن حکیم کے اس ارشاد کی عملی طور پر اطاعت ہوتی ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَاسْبِرُوا وَارْبُطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (آل عمران: ۲۰۰)

نماز اور روزے کے علاوہ زکوٰۃ بھی ایک ایسا عمل ہے کہ انفرادی طور پر سراسر انجام دیا جاسکتا ہے۔ اور جہاں تک ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کا تعلق ہے کوئی فرد اپنے طور پر غریبوں، مسکینوں اور مستحقین کو زکوٰۃ دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ لیکن اس انداز میں

ادائے زکوٰۃ قوم کے اندر کوئی اجتماعی خیر و فلاح پیدا نہیں کر سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ تو ماہیہ کہ کچھ غریب لوگوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں اور کچھ مسکینوں کے تن ڈھک جاتے ہیں۔ معاشرے کی اجتماعی فلاح بہبود بلکہ کاروبار حکومت کی سرانجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ اجتماعی طور پر جمع کی جائے اور اسے جمع کرنے کے لئے بیت المال قائم کیا جائے۔ رسول پاکؐ نے خود مدینہ طیبہ میں جو مثالی اسلامی معاشرہ قائم فرمایا اُس میں زکوٰۃ کی فراہمی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کی۔ بیت المال قائم فرمایا اور اس کی نگرانی اور اس سے مختلف امور سلطنت کے لئے روپیہ خرچ کرنے کے لئے نہایت سخت قوانین مرتب فرمائے۔ اگر انفرادی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی کی کوئی فلاحی افادیت بلکہ حیثیت ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہ فرماتے کہ خدا کی قسم اگر کسی پر زکوٰۃ کے طور پر رستی کا ایک ٹکڑا بھی واجب الادا ہو گا تو میں اُسے وصول کر کے چھوڑ دوں گا۔ اگر زکوٰۃ محض ایک انفرادی نیکی ہوتی تو اللہ کا حکم تو ادائے زکوٰۃ کے لئے موجود تھا۔ اور ذاتی فریضہ پورا نہ کر سکنے کی صورت میں وہ عاقبت میں سزا کا مستحق ہوتا۔

اور حج تو ایسا عمل ہے ہی نہیں کہ کوئی شخص انفرادی طور پر اسے سرانجام دے سکے۔ حج کے تمام مناسک ابتداء سے لے کر انتہا تک اجتماعیت کی روح کے حامل ہیں۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے تو ہل کر۔ نمازیں ادا کی جاتی ہیں تو اکٹھی۔ عرفات میں وقوف اور مزدلفہ میں قیام کیا جاتا ہے تو ایک وقت۔ شیطان کو کنکریاں مادی جاتی ہیں تو ایک ہی وقت میں۔ حتیٰ کہ تبلیہ یعنی لبیک اللہم لبیک پڑھا جاتا ہے تو ہل کر۔

حج کی اجتماعیت سے اسلامی مرکزیت کو تقویت پہنچتی ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی شان و شوکت کے روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسلامی مساوات کا عملی نمونہ بھی حج کے موقع پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جب گورے اور کالے، سانولے اور زرد فام، مختلف مذاہب میں بولنے والے مختلف لباس پہننے والے، مختلف انداز میں رہنے پہننے والے سب ہم دست، ہم دوش اور ہم لباس حرم کعبہ میں اور حرم سے باہر مناسک حج میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اُس وقت سب کا لباس ہی ایک جیسا نہیں ہوتا سب کے دل، سب کے ذہن، سب کے ضمیر ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اور سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یک زبان ہو کر لبیک اللہم لبیک کہتے

سنائی دیتے ہیں۔ سب ایک ہی انداز میں اللہ تعالیٰ کی تحمید اور تحمید میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان
 زائین میں بادشاہ بھی ہوتے ہیں اور درویش بھی، غنی بھی ہوتے ہیں اور فقیر بھی، بڑے بھی ہوتے ہیں اور
 چھوٹے بھی، عالم بھی ہوتے ہیں اور جاہل بھی، ارباب اقتدار و اختیار بھی ہوتے ہیں اور بے یار و
 مددگار بھی۔ لیکن سب کے سب ایک ہی کیفیت میں ڈوبے ہوئے، ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے
 ایک ہی نشے سے سرشار اور ایک ہی منزل کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اُس وقت کوئی بڑا نہیں ہوتا اور
 کوئی چھوٹا نہیں ہوتا، کوئی تو ننگ نہیں ہوتا اور کوئی فقیر نہیں ہوتا، کوئی بادشاہ نہیں ہوتا اور کوئی
 گداگر نہیں ہوتا۔ کوئی اعلیٰ نہیں ہوتا اور کوئی ادنیٰ نہیں ہوتا۔ سب ایک ہی جذبے میں سموئے
 ہوئے اور ایک ہی سلسلہ اخوت میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ علی
 آلہ وسلم کے وہ ارشادات مجسم صورت میں نظر آتے ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ گوئے کو کالے
 پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد میں سے ہو، اور آدم مٹی سے بنے
 ہوئے تھے۔

اسلام کی یہی مرکزیت ہے جس سے دشمنان اسلام ہمیشہ خائف رہے ہیں اور اسی
 مرکزیت کو توڑنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے وہ ظہور اسلام کے وقت
 سے لے کر اب تک اور اب سے آگے ابد تک مصروف رہے ہیں اور مصروف رہیں گے۔ لیکن خدا
 کے فضل و کرم سے اور رحمۃ اللعالمین کی دعاؤں کے مستند نہ وہ اس سے پہلے کبھی اپنے مذموم
 ارادوں میں کامیاب ہو سکے ہیں نہ آئندہ کبھی ہو سکیں گے۔

ان برکتوں اور سعادتوں کے علاوہ حج سے مسلمانوں کو سب سے بڑی برکت اور سعادت یہ
 حاصل ہوتی ہے کہ وہ روحانی لذات سے شاد کام ہوتے ہیں۔ ایسی روحانی لذات جنہیں صرف
 روح ہی محسوس کر سکتی ہے اور جن سے صرف روح ہی محظوظ ہوتی ہے۔ زبان کو یا رانہیں کہ
 ان روحانی لذات کو بیان کر سکے اور ذہن میں اتنی وسعت نہیں کہ ان لذتوں کا احاطہ کر سکے یہ
 لذتیں صرف قلبِ روح سے تعلق رکھتی ہیں اور صرف قلبِ روح ہی انہیں سمجھ سکتے ہیں۔
 فریضہ حج اگر صحیح جذبہ اور موثرانہ تقویٰ کے ساتھ سرانجام دیا جائے تو وہ انسان کی شخصیت
 کو باطنی صفائی اور پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ حج کے دوران صرف فسق و فجور اور جدال و قتال ہی سے

کنارہ کش نہیں ہونا پڑتا بلکہ جائز جسمانی لذتوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ:
فلارفت ولافسوق ولاجدال فی المسج۔

حج کے دوران نہ بیویوں سے قربت جائز ہے نہ گناہ کے کام کئے جائیں نہ لڑائی جھگڑا۔
اور پھر:

وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔

اور جو کچھ نیکی کے کام تم کرتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے۔

اور بالآخر زادِ راہ کے ضمن میں فرمایا گیا ہے کہ:

وتزودوا فان خیرا لزاہدالتقویٰ۔

اور زادِ راہ لے لیا کرو۔ پس بہترین زادِ راہ تو تقوٰے ہے۔